عقدالجیداز شاہ ولی اللہؒ۔۔۔تعارف و منہج

Aqadul Jayyed by Shah Waliullah--- Introduction and Methodology

ڈاکٹر محمد علی ندیم : ایسوسی ایٹ پروفیسر، صدر شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج، گلبرگ، لاہور
ڈاکٹر حبیب الرحمٰن : اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، سمن آباد، فیصل آباد

Abstract:
Shah Waliullah promoted his message through writings and education. He trained a number of students and sent them out to promote the message of harmony and unity among all the Muslims. Shah Waliullah penned down 51 books on Sunnah, acts and sayings which the people had forgotten. Apart from imparting religious education to the Muslims, Shah Waliullah also provided leadership to the Muslims in the political field. He came out with his great wisdom and foresight to create political awakening among the Muslim society. This gave Muslims a strong and true leadership to guide and stimulate them unlike the previous religious leaders who were pleasure-seeking and least concerned with the decline and demise of the Muslims .Muslim scholars and Ulema had literally "closed of the gate of Ijtihad" or independent reasoning. Muslim emirs and elites were busy in the life of merry-making. . In the contentious jurisprudential matters, he gave preference to the Qur'anic verses rather than the Hadith. His approach to interpret the Qur'an and Sunnah was balanced and opposed to the blind imitation (Taqlid-e-Jamid) of the medieval imams as well as the blind faith in Hadith reporters. However, he wrote a book named "Iqdul jayyad fil Ijtihad wl Taqlid" in which Shah Waliullah ostensibly criticized blind imitation in faith and fiqh and objected on "the closing of the gate of ijtihad", maintaining that the door of Ijtihad was not open to all and sundry. Rather, he opined that only those well-versed in the Islamic sciences with the required abilities can engage in ijtihad. Shah Waliullah's emphasis on ijtihad was also demonstrated in his efforts of renewal of the Sharia or Islamic law in tune with the modern times.

امام الھند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بر صغیر کے ان اکابر علماء میں سے ہیں جن کی نظیر نہیں ملتی۔آپ کے علمی کمالات کے اتنے گوشے ہیں کہ ہر ایک پر مستقل تصنیف لکھی جا سکتی ہے۔تاہم اس مقالہ میں ان کے اجتہادی نظریات اور تقلید کی شرعی حیثیت کے متعلق بحث کی جائے

گی۔اس ضمن میں ان کی معروف کتاب "عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید" کے تعارف و منہج کا مطالعہ کیا جائے گا تاکہ اس کی روشنی میں امام شاہ ولی اللہؒ کے اجتہادی افکار و نظریات کا تعین کرنا آسان ہو سکے۔یہ مختصر کتاب انھوں نے بعض دوستوں کے اجتہاد اور تقلید سے متعلق پوچھے گئے سوالات کے جوابات میں لکھی تھی۔لہذا اس کتاب کے اہم مباحث اور ان پر تبصرہ پیش خدمت ہے۔

اجتہاد کا مفہوم:

اجتہاد عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں: مقدور بھر کوشش کرنا،یعنی کسی کام کی انجام دہی میں اپنی پوری کوشش صرف کرنا۔چنانچہ "القاموس الفقھی" میں ہے:

"الاجتهاد: أخذ النفس ببذل الطاقة وتحمل المشقة".[1]

"کسی کام کی انجام دہی میں طاقت صرف کرنا اور مشقت اٹھانا اجتہاد ہے"۔

جبکہ اصطلاحی اعتبار سے اس سے مراد ہے کہ کسی مجتہد کا فقہ اسلامی کے بنیادی مصادر سے مخصوص شرائط کے ساتھ عملی احکام کے اخذ واستنباط میں سر توڑ کوشش کرنا۔اس سلسلے میں علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

"الاجتهاد: بذل الوسع في طلب الأمر، والمراد به رد القضية من طريق القياس إلى الكتاب والسنة".[2]

"اجتہاد کہتے ہیں کسی چیز کی تلاش میں اپنی پوری طاقت خرچ کرنا اور اس سے مراد ہے کسی قضیہ (مسئلہ) کو قیاس کے طریقے سے کتاب وسنّت کی طرف لوٹانا"۔

ڈاکٹر سعدی ابو حبیب "القاموس الفقھی" میں "اجتہاد" کی اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"(الاجتهاد) اصطلاحا: بذل الوسع للتوصل إلى معرفة الحكم الشرعي".[3]

"کسی حکم شرعی کو حاصل کرنے کے لیے اپنی (پوری) طاقت خرچ کرنا"۔

شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک اجتہاد کی حقیقت:

شاہ ولی اللہؒ نے "عقد الجید" میں علماء کرام کے کلام سے استنباط کرتے ہوئے اجتہاد کی حقیقت بیان کی ہے۔ان کی بیان کردہ اجتہاد کی حقیقت،دراصل اجتہاد کی تعریف ہی ہے۔چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"استفراغ الجهد في إدراك الأحكام الشرعية الفرعية من أدلتها التفصيلية".[4]

"شریعت کے فروعی احکام کو ان کے تفصیلی دلائل سے سمجھنے کے لیے مقدور بھر کوشش کرنے کا نام اجتہاد ہے"۔

شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک بھی جمہور کی موافقت میں ان تفصیلی دلائل سے مراد کتاب، سنت، اجماع اور قیاس ہی ہیں۔ جیسا کہ جمہور علماء کے نزدیک بھی شریعت کے بنیادی مآخذ و مصادر یہی چار چیزیں ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"الراجعة كلياتها إلى أربعة أقسام الكتاب والسنة والإجماع والقياس".[5]

"(تفصیلی دلائل) مجموعی طور پر چار اقسام کی طرف جاتے ہیں: کتاب، سنت، اجماع اور قیاس"۔

شاہ ولی اللہ کی بیان کردہ اجتہاد کی مذکورہ تعریف عام ہے۔ اس سے مراد ہر وہ کوشش ہے جو مجتہد شرعی مسائل کے استنباط کے لیے کرتا ہے۔ اس میں ایسے مسائل بھی ہو سکتے ہیں جو پیش آمدہ ہوں اور ایسے بھی ہو سکتے ہیں جن پر پچھلے علماء اجتہاد کر چکے ہوں۔ اجتہاد کے متعلق امام صاحب کا موقف یہ تھا کہ وہ آج بھی موجود ہے اور اس کا دروازہ بند نہیں ہوا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"ما يظن من أن المجتهد لا يوجد في هذه الأزمنة اعتمادا على الظن الأول بناء على فاسد".[6]

"جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ موجودہ دور میں مجتہد (اجتہاد کرنے والے) کا وجود نہیں وہ ایک غلط اور بے بنیاد نظریہ قائم کرنے کا ارتکاب کرتا ہے"۔

مذکورہ بحث کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ "اجتہاد" شریعت اسلامیہ کی ایک اہم اصطلاح ہے۔ جس سے مراد مخصوص شرائط کے ساتھ فقہی مآخذ میں سے عملی احکام کا استنباط کرنا ہے۔ انسان میں ایسی صلاحیت کا پایا جانا کہ جس کے ذریعے وہ اسلام کے عملی اور فروعی احکام کو اس کے مخصوص منابع اور مآخذ سے اخذ کر سکے اس کی اس صلاحیت اور قابلیت کو اجتہاد کہا جاتا ہے۔ جس شخص میں یہ صلاحیت پائی جائے اسے مجتہد کہتے ہیں۔ جمہور علماء کے نزدیک فقہی مآخذ، کتاب، سنت، اجماع اور قیاس ہے۔

شرائط مجتہد:

مجتہد کی شرائط کے بارے میں شاہ ولی اللہؒ کہتے ہیں کہ وہ احکام اجتہاد سے متعلق قرآن و سنت میں جو کچھ ہے وہ اس سے پوری طرح واقف ہو۔ جن مسائل میں اجماع ہو چکا ہے ان سے واقف ہو، قیاس صحیح کی تمام شرائط سے واقف ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ان اصول اور مقامات سے بھی پوری طرح باخبر ہو جن کو ترتیب دے کر اجتہاد کیا جاتا ہے۔ عربی زبان کا ماہر ہو، قرآن میں ناسخ و منسوخ کا بھی علم رکھتا ہو اور راویوں کے حالات سے بھی باخبر ہو۔ مجتہد کی شرائط کے حق میں انھوں نے امام غزالیؒ اور امام بغویؒ وغیرہ کے تائیدی اقوال بھی ذکر کیے ہیں۔ چنانچہ امام غزالیؒ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"إنما يحصل الإجتهاد في زماننا بممارسة الفقه".[7]

"ہمارے زمانے میں اجتہاد فقہ میں مہارت اور گہرے شغف کے بغیر ممکن نہیں"۔

جبکہ امام بغویؒ نے بھی مجتہد کے بارے میں شرائط بیان کی ہیں جن کی تفصیل میں شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

(1)۔ کتاب اللہ کا وسیع علم رکھنا۔

(2)۔ سنت رسولؐ کا وسیع علم رکھنا۔

(3)۔ علماء سلف نے (احکام سے متعلق) جو کچھ لکھا ہے اس سے آگاہی۔

(4)۔ قیاس کے طریقہ کار سے واقفیت۔

(5)۔ عربی لغت میں مہارت۔[8]

یہ تمام شرائط تقریباً وہی ہیں جو اصول فقہ کے عام علماء نے بیان کی ہیں۔ ایک مجتہد کے لیے مذکورہ تمام شرائط پر پورا اترنا لازم اور ضروری ہے۔ لہذا جو شخص ان پانچ علوم کا جامع ہو، خواہشات نفس اور بدعات سے محفوظ ہو، تقوی و طہارت اس کا شعار ہو، وہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتا ہو اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو تو مسائل شریعت میں اس کے لیے اجتہاد جائز ہے۔[9]

اختلاف مجتہدین اور اسباب و علل:

شاہ ولی اللہؒ نے مجتہدین کے اجتہادی اختلافات اور ان کے اسباب و علل کا بیان بھی کیا ہے۔اس میں اختلاف کی ایک صورت ذکر کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ جن فروعی مسائل میں کوئی قطعی حکم نہ ہو اور ان میں اگر دو مجتہد ایک دوسرے سے اختلاف کریں تو اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے کہ دونوں کو صحت وصواب پر ہوں گے یا ان میں سے کوئی ایک حق پر ہوگا۔ابوالحسن اشعریؒ، قاضی ابو بکرؒ، ابو یوسفؒ، محمد بن حسنؒ، ابن شریحؒ، اشاعرہ اور معتزلہ کے نزدیک دونوں مجتہد حق پر تصور کیے جائیں گے، جبکہ امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور جمہور فقہاء کا موقف یہ ہے کہ اختلاف کی صورت میں ایک کو حق پر سمجھا جائے گا۔

ابن سمعانیؒ نے "قواطع الادلۃ فی الاصول" میں لکھا ہے کہ امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ ایک مجتہد حق پر ہوگا۔[10] بیضاویؒ نے بھی اس موقف کو اختیار کیا ہے اور وہ اس مسئلے پر اپنی کتاب "منہاج الاصول"[11] میں کہتے ہیں کہ ایک ہی مسئلہ میں دو اجتہادات کو درست تسلیم کرنا اس لیے بھی ناممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من أصاب فله اجران ومن أخطأ فله أجر واحد".[12]

"جس نے حق پالیا اس کے لیے دو اجر ہیں اور جس نے خطا کی اس کے لیے ایک اجر ہے"۔

لیکن اس حکم پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے۔وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ [13]

"جو شخص اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا وہ فاسق ہے"۔

اس آیت کی روشنی میں ایک ہی مجتہد کو حق پر سمجھنے سے باقی مجتہدین کا فسق لازم آتا ہے کیونکہ ہر مسئلے کا ایک معین حکم ہوتا ہے۔اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ اجتہاد کرنے والے کی نیت پر منحصر ہے۔اگر اس نے خالص نیت سے اپنے طور پر مقدور بھر کوشش سے مسئلے کا استنباط کیا تو وہ غلطی پر ہوگا، لیکن باطل پر نہیں ہوگا۔اس کو اکہرا اجر ملے گا، جیسا کہ امام شافعی نے "کتاب الاُم" میں لکھا ہے کہ جب ایک عالم دوسرے عالم سے کہے: تم نے غلطی کی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم اس راستے پر نہیں

چل سکے جس پر چلنا علماء کی شان کے مطابق تھا اور تمہیں اس راستے پر چلنا چاہیے تھا۔[14] نیز شاہ ولی اللہؒ نے امام بیضاویؒ کے موقف پر اعتراضات اور ان کے جوابات میں یہ کہا ہے کہ مجتہد کو جس خطا اور غلطی کی وجہ سے اجر و ثواب ملتا ہے وہ گناہ کیسے ہو سکتی ہے؟ اسی طرح مجتہد جب باطل پر نہیں ہوتا تو وہ حق کے مخالف بھی نہیں ہوتا۔ اور حقیقت میں ائمہ اربعہ سے منقول قول بھی حقیقت منقول نہیں۔ یعنی شاہ صاحب کے نزدیک اختلافِ مجتہدین باطل پر نہیں ہوتا بلکہ بعض مجتہدین خطاء اور غلطی پر ہو سکتے ہیں لیکن وہ باطل یا حق کے مخالف نہیں ہو سکتے۔ اس لیے ان کو ایک اجر ضرور ملتا ہے۔

اقسام اختلافات:

شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک مجتہدین کے مابین اختلاف کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں:

(1)۔ کسی مسئلے میں قطعی طور پر حق متعین ہو۔

(2)۔ کسی مسئلے میں حق کا تعین غالب رائے کی مدد سے ہو جائے اور باطل گمان غالب کے درجے میں ہو۔

(3)۔ کسی مسئلے کے دونوں پہلوؤں میں کلی طور پر اختیار حاصل ہو اور کوئی ایک پہلو دوسرے سے راجح نہ ہو۔

(4)۔ کسی مسئلے کے دونوں اطراف میں غالب رائے کے ذریعے اختیار دیا گیا ہو۔

مقامات اختلافات:

مجتہدین کے نزدیک بنیادی اسباب کی وجہ سے درج ذیل چار مقامات پر اختلاف ہو سکتا ہے۔

(1)۔ ایک مجتہد کو کسی واقعے کے بارے میں ایک حدیث ملی ہو اور دوسرے کو نہ ملی ہو۔

(2)۔ ہر مجتہد نے ایک حدیث کو دوسری اور ایک اثر کو دوسرے کے ساتھ تطبیق دینے میں یا ترجیح دینے میں اجتہاد سے کام لیا ہو اور اس اجتہاد کو ایک معین حکم تک پہنچایا، جس کی وجہ سے اختلاف رونما ہوا۔

(3)۔ مجتہد نے مستعمل الفاظ اور محاورات کی تشریح و توضیح اور ان کے مفہوم کے تعین اور ان کی نشاندہی، اشیاء کے ارکان اور شرائط کی پہچان وغیرہ میں اختلاف کیا۔

(4)۔ اصولوں میں اختلافات پر فروعی مسائل میں بھی اختلاف ہو گیا۔[15]

کتب اصول میں اختلافی مسائل:

کتب اصول کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں مذکورہ اختلافی مسائل کا تعلق اجتہاد کی وسعت پر مبنی ہے۔کیونکہ ائمہ مجتہدین کے سامنے کئی احادیث وآیات بطور دلائل موجود تھے۔لہذا انھوں نے پورے غور وخوض کے بعد مسائل کا استنباط کیا اوران کے استباط کے نتائج میں فرق ہو سکتا ہے اور یہ اجتہادی غلطی ہے جس میں غلطی اور خطاء کو معاف کر دیا گیا ہے۔اجتہادی اختلاف کی دلیل سنن نسائی میں ہے:

"أن رجلا أجنب فلم يصل، فأتى النبي ﷺ فذكر ذلك له فقال:«أصبت» فأجنب رجل آخر فتيمم وصلى، فأتاه فقال نحو ما قال للآخر يعني «أصبت»".[16]

"ایک شخص کو غسل کی حاجت ہوئی۔اس نے نہ غسل کیا نہ نماز پڑھی۔آپ ﷺ نے اسے ٹھیک کہا۔اور دوسرے کو غسل کی حاجت ہوئی تو اس نے تیمم کیا اور نماز بھی پڑھی اس کو بھی آپ ﷺ نے درست کہا"۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اجتہادی امور میں اختلاف ممکن ہے۔اور بعض دفعہ کئی مجتہدین کا موقف درست ہو سکتا ہے۔اختلافی امور کی دو قسمیں ہیں:

(1)۔اگر کسی ایسے امر میں اختلاف ہو جس کا تعلق ایسے مسائل سے ہو جن سے حکم دینے والے کا حکم کالعدم ہو جاتا ہے تو اس صورت میں تقلید کی گنجائش نہیں ہوتی۔

(2)۔اگر کسی اختلافی امر کا تعلق ایسے مسائل سے نہ ہو جن سے حکم دینے والے کا حکم ختم ہو جاتا ہے تو ایسے حکم پر عمل کرنے اور نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

شاہ ولی اللہ اور تقلید مسالک اربعہ:

شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک ان چار مسالک کی پیروی میں عظیم مصلحت پوشیدہ ہے۔اگر کلی طور پر ان کی پیروی چھوڑ دی جائے تو اس سے کئی خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔اس پر عمل کرنے کے کئی دلائل ہیں۔

سلف پر اعتماد کرنے پر امت کا اتفاق:

احکام شریعت میں اسلاف پر اعتماد کرنے پر پوری امت کا اتفاق ہے۔ صحابہ کرام نے نبی ﷺ کی زندگی کو نمونہء عمل بنایا۔ صحابہ کے بعد تابعین نے صحابہ پر اعتماد اور بھروسہ کیا۔ تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا۔ یہ سلسلہ چلتا رہا اور اسی طرح چلتا رہے گا۔

سواد اعظم کی پیروی:

شاہ ولی اللہؒ نے تقلید کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اتبعوا السواد الأعظم".[17]

"سواد اعظم کی پیروی کرو"۔

مشہور چار فقہی مذاہب حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کے علاوہ حق پر مبنی کوئی اور فقہی مسلک عملاً دنیا میں موجود نہیں۔ لہذا ان مذاہب اربعہ کی پیروی، حقیقت میں سواد اعظم کی پیروی ہو گی اور ان سے خروج سواد اعظم سے خروج ہو گا۔[18]

خیر القرون کی پیروی:

خیر القرون بہترین زمانہ ہے لیکن آج ہم اس سے بہت دور آ چکے ہیں لہذا اس دور میں خود غرض عالموں، ظالم قاضیوں اور حوس پرست مفتیوں کے اقوال و فتاوی اور فیصلوں پر اعتماد کرنے کی بجائے خیر القرون کی پیروی کی جائے۔ جبکہ ابن حزمؒ کی رائے قدرے مختلف ہے۔ وہ تقلید کو ناجائز کہتے ہیں۔

تقلید کے بارے میں ابن حزمؒ کا موقف:

ابن حزمؒ کہتے ہیں:

"التقليد حرام ولا يحل لأحد أن يأخذ قول أحد غير رسول الله ﷺ بلا برهان ".[19]

"تقلید حرام ہے اور کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی غیر رسول اللہ کا قول بغیر دلیل کے قبول کرے"۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ﴾ [20]

"تم اپنے رب کی طرف سے نازل کردہ چیز پر عمل کرو اور کسی کی پیروی نہ کرو"۔

ابن حزمؒ کی رائے کا محاکمہ:

شاہ ولی اللہؒ نے ابن حزمؒ کی رائے پر محاکمہ تین بنیادی نکات میں کیا ہے، جن کی تفصیل پیش خدمت ہے۔

(1)۔ابن حزمؒ کے قول سے مراد یہ ہے کہ مجتہد کسی کی تقلید نہ کرے اس کے لیے تقلید حرام ہے۔ جیسا کہ عزالدین بن عبدالسلامؒ کہتے ہیں: اپنے معین امام کے مسلک کی وکالت میں کتاب و سنت کے ظاہری منطوق اور سیاق وسباق میں تاویلوں سے بھی گریز نہیں کرتے۔

ابو شامہؒ کہتے ہیں:

"ينبغي لمن اشتغل بالفقه أن لا يقتصر على مذهب إمام ويعتقد في كل مسألة صحة ما كان أقرب إلى دلالة الكتاب والسنة".[21]

(2)۔ابن حزمؒ کا قول ایسے شخص پر صادق ہے جو فقہاء میں سے کسی ایک کی تقلید کرتا ہے اور دل میں یہ رکھتا ہے کہ وہ اس کی تقلید کبھی نہیں چھوڑے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ﴾ [22]

"انھوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنالیا تھا"۔

(3)۔ابن حزمؒ کا قول اس شخص کے متعلق ہے جو جائز نہیں سمجھتا کہ ایک مذہب کا پیروکار دوسرے مذہب کے امام کی پیروی کرے، یہ اس لیے کہ اس نے یہ عقیدہ بنالیا ہوا ہے کہ مکمل حق اس کے امام کے پاس ہے۔ اروہ غلطی بھی نہیں کرسکتا۔ لہذا اس کی کسی بات کی خلاف ورزی جائز نہیں۔ چہ جائیکہ اس کے مسلک کو چھوڑ کر کسی اور امام کا مسلک اپنایا جائے۔

فقہی مسالک کی تقلید اور اختلاف آراء:

شاہ ولی اللہؒ نے فقہی مسالک کی تقلید کو چار فصول میں تقسیم کیا ہے اور اس پر علماء کی مختلف آراء کا ذکر بھی کیا ہے۔ فقہی مسالک کو اختیار کرنے کے چار درجے ہیں۔ کسی کو ان سے تجاوز کی اجازت نہیں۔ اور وہ درجات یہ ہیں:

(1)۔ مجتہد مطلق کا درجہ جس کی طرف فقہی مسلک منسوب ہے۔

(2)۔ مجتہد فی المذہب کا درجہ۔

(3)۔ متبحر فی المذہب کا درجہ جو اپنے مسلک کا حافظ ہے اور اس کے اصول پر دسترس رکھتا ہے۔

(4)۔ مقلد محض جو اپنے مسلک کے علماء سے فتوے لے کر ان پر عمل کرتا ہے۔[23]

مجتہد مطلق:

وہ ہوتا ہے جو علم حدیث اور اپنے اصحاب سے مروی فقہ اور اس کے اصول کا جاننے والا ہوتا ہے۔ وہ حدیث اور علم حدیث پر گہری معرفت رکھتا ہے۔ قران مجید اور علوم قران کی معرفت میں وہ ید طولی رکھتا ہے۔ فقہ اور اصول فقہ کے قوانین و ضوابط کا ماہر ہے اور اس کے اندر فطری استعداد اور صلاحیت بھی موجود ہے کہ وہ اجتہاد کر سکے۔ وہ حلال و حرام، واجب و مندوب، سنن و نوافل سے آگاہ ہو، صحابہ و تابعین اور اسلاف امت سے منقول علمی ذخیرہ پر اس کی دسترس ہو۔ ایسا شخص مجتہد مطلق کے مرتبے میں ہے۔ لہذا اس کے لیے تقلید ضروری نہیں ہونی چاہیے۔

مجتہد فی المذہب:

وہ ہے جس کے لیے سنن اور آثار کا اس حد تک جاننا ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو کسی صحیح حدیث کی مخالفت سے محفوظ رکھے۔ اور سلف نے جن مسائل پر اتفاق کیا ان کو اور ان کے دلائل کا جاننا بھی ضروری ہے۔

فصول عمادیہ کی فصل اول میں ہے:

"جس شخص کو مجتہدین کے اقوال و آراء پوری طرح محفوظ ہوں اس کے لیے فقہاء کے اقوال نقل کرنے کی اجازت ہے"۔

عمدۃ الاحکام میں محیط کے حوالے سے لکھا ہے:

"مجتہد وہ ہے جو کتاب و سنت کے آثار اور فقہی اصول و قواعد سے واقف ہو اور ان سب پر اس کی گہری نظر ہو"۔

خانیہ اور سراجیہ میں ہے کہ:

"اجتہاد کے لیے کم از کم شرط یہ ہے کہ کتاب "المبسوط" کے مباحث و مضامین پر مکمل عبور حاصل ہو"۔

مجتہد فی المذھب کا ان چیزوں کو جاننا ضروری ہے:

(1)۔فقہاء کے نزدیک ہر مذہب میں جو مسائل ثابت شدہ ہیں۔

(2)۔امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کی شاذ آراؤں کی قبولیت کا معیار کیا ہے؟

(3)۔فقہاء، متاخرین کے تخریج کردہ اتفاقیہ مسائل کے مطابق فتوی دیا جائے گا۔

(4)۔متاخرین کے وہ مسائل جن پر اتفاق نہ ہوا ہو ان کو سلف کے اقوال کے مطابق پرکھا جائے گا۔

مجتہد فی المذھب کی تمام مہارت اس کے مذہب اور اصول پر ہوتی ہے۔

تبحر فی المذھب:

تبحر فی المذھب وہ ہے جسے اپنی فقہی مسلک کی کتابوں پر عبور حاصل ہو۔اس میں چار اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے۔

(1)۔ صحیح فہم رکھنے والا ہو۔

(2)۔عربی زبان میں مہارت۔

(3)۔اسالیب کلام پر وسیع النظر ہو۔

(4)۔ مطلق و مقید مقام مراد لینے پر قدرت رکھتا ہو۔

النہر الفائق میں ہے:

"وطريق نقله كذلك من المجتهد أحد أمرين إما أن يكون له فيه سند إليه أو يأخذه من كتاب معروف تداولته الأيدي".[24]

"مقلد مفتی کو مجتہد کا قول یا فتوی نقل کرنے کی دو صورتوں میں اجازت ہے کہ اس کے پاس ایسی سند ہو جو امام و مجتہد تک پہنچتی ہو یا وہ مسئلہ معروف اور مستند کتاب میں موجود ہو"۔

اگر متبحر فی المذھب کو اپنے مذہب کے خلاف کوئی صحیح حدیث مل جائے تو وہ اپنے مذہب کو چھوڑ کر حدیث کی پیروی کر سکتا ہے۔ چنانچہ خزانۃ الروایات میں ہے کہ:

"وہ اپنے مذہب اور امام کی رائے چھوڑ سکتا ہے"۔[25]

امام شافعیؒ، امام ابو یوسفؒ، آمدیؒ، ابن حاجبؒ، ابن ہمامؒ، نوویؒ، ابن حجرؒ، مالکی اور حنبلی فقہاء کا یہی مذہب ہے کہ اگر حدیث رسولؐ کسی متبحر فی المذھب کو ملے تو اپنے مذہب کو چھوڑ کر اس پر عمل کرے گا کیونکہ اس کے اندر اجتہادی قوت موجود ہے۔

امام غزالیؒ کا مسلک:

امام غزالیؒ اور دیگر بعض علماء اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں لیکن ان کا یہ موقف دلائل کی رو سے کمزور ہے۔ درست بات وہی ہے جو جمہور کا مذہب ہے۔ اس لیے کہ تقلید کرنے کی دو صورتیں ہیں۔

(1)۔ تقلید واجب ہے۔

(2)۔ تقلید حرام ہے۔

تقلید واجب وہ ہے جو واضح طور پر حدیث سے ثابت ہو۔ اور تقلید کرنے والا یہ اعتقاد رکھے کہ اگر مجھے کوئی میرے اس موقف کے خلاف حدیث مل گئی تو میں اپنی رائے اور اپنے امام کی رائے ترک کر دوں گا اور حدیث پر عمل کروں گا۔ جبکہ تقلید حرام وہ ہے جس میں مقلد اپنے امام کو غلطی اور خطا سے پاک سمجھے اور کسی بھی حال میں اپنے امام کی رائے سے انحراف نہ کرے۔ گویا اس نے اپنے امام کو معصوم عن الخطاء کا درجہ دیا ہے۔ اس صورت میں تقلید بالاتفاق حرام ہے۔ اسی طرح نادر اور متروک اقوال کے مطابق فتوی دینے میں بھی اختلاف ہے۔ راجح موقف یہ ہے کہ فتوی دیا جا سکتا ہے مگر قضاء میں اس کی ممانعت ہے۔ تاہم بعض لوگوں کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ کے قول کو ترجیح دی جائے گی۔ بہر حال مفتی کو چاہیے کہ آسان ترین فتوی دے تاکہ لوگ حق و سچ کے مطابق عمل کر سکیں۔

عام آدمی کا تقلیدی مسلک:

عام آدمی سے مراد وہ ہے جو مذکورہ تینوں آدمیوں کے علاوہ ہے۔اس کے مسلک و مذہب کے تعین کرنے میں کوئی اہم بات پوشیدہ نہیں ہے۔بس یہی ہے کہ عام آدمی کا کوئی مسلک معین نہیں ہوتا بلکہ اس کا مذہب اور مسلک مفتی کا فتوی ہوتا ہے۔

البحر الرائق میں ہے:

"لأن العامي يجب عليه تقليد العالم إذا كان يعتمد على فتواه فكان معذورا فيما صنع وإن كان المفتي مخطئا فيما أفتى".[26]

"عام آدمی جب کسی عالم پر اعتماد کرے،اگرچہ وہ عالم اپنے فتوے میں غلطی پر ہی کیوں نہ ہو،تب بھی اس کی تقلید واجب ہے"۔

امام نوویؒ کہتے ہیں:

"الذي يقتضيه الدليل أنه لا يلزمه التمذهب بمذهب بل يستفتي من شاء لكن من غير تلقط للرخص".[27]

"دلیل کا تقاضہ یہ ہے عام آدمی کسی مذہب کا التزام نہ کرے بلکہ جس سے چاہے بغیر رخصتوں کو تلاش کیے فتاوی دریافت کر سکتا ہے"۔

اس سے معلوم ہوا کہ عام آدمی پر تقلید واجب ہے۔تاہم وہ اگر کسی معین مذہب کے علاوہ مختلف مذاہب کے علماء سے بغیر رخصتوں کو تلاش کیے فتوی دریافت کرتا ہے تو اس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس لیے حق کی تلاش میں مقامات حق کو پہچاننا ضروری ہے۔لہذا ضروری نہیں کہ ایک مسئلے کے بارے میں حق ایک ہی امام کے پاس ہے جبکہ دوسرے امام یا عالم کے پاس حق شاید نہیں ہے۔

تقلید میں میانہ روی:

اس باب میں شاہ ولی اللہؒ نے مذاہب اربعہ کی تقلید میں درمیانی راہ اپنانے کے دلائل قلمبند کیے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ فقہاء نے اپنے مقلدین کو یہ وصیت کی ہے کہ وہ تقلید میں افراط و تفریط کی بجائے میانہ روی اختیار کریں۔چنانچہ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں:

"لا ينبغي لمن لم يعرف دليلي أن يفتي بكلامي".[28]

"میری دلیل کی معرفت کے بغیر کسی کو میرے قول کے مطابق فتوی دینا جائز نہیں ہے"۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں:

"ما من أحد إلا ومأخوذ من كلامه ومردود عليه إلا رسول الله ﷺ".[29]

"رسول اللہ ﷺ کے علاوہ ہر شخص کا کلام ماخوذ بھی ہے اور مردود بھی"۔

امام شافعیؒ کہتے ہیں:

"إذا صح الحديث فهو مذهبي".[30]

"جب حدیث صحیح مل جائے تو اس پر عمل کرنا میرا مذہب ہے"۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

"لا تقلدني ولا تقلدن مالكا ولا الأوزاعي ولا النخعي ولا غيرهم وخذ الأحكام من حيث أخذوا من الكتاب والسنة".[31]

"نہ میری تقلید کرو، نہ مالکؒ کی، نہ اوزاعیؒ، نہ نخعیؒ وغیرہ کی۔ بس کتاب وسنت سے احکام حاصل کیا کرو جہاں سے انھوں نے حاصل کیے"۔

اقسام مقلد:

شیخ ابو طاہر نے "الانوار" میں فقہی مسالک کی طرف منسوب حضرات کی چند اقسام بیان کی ہیں۔

(1)۔ عوام الناس: یہ محض اپنے امام کی تقلید کرتے ہیں۔

(2)۔ رتبہ ءاجتہاد کی بلندیوں پر فائز لوگ: یہ لوگ اپنے امام کی تقلید تو نہیں کرتے لیکن اجتہادی طریقے میں وہ اپنے امام کی پیروی کرتے ہیں۔

(3)۔ متوسط طبقہ: یہ وہ لوگ ہیں جو نہ مجتہدین اور نہ ہی عوام میں داخل ہیں۔ یہ لوگ بھی اپنے امام کی تقلید میں ہی ہوتے ہیں۔ اور امام کے اصول مذہب اور شرائط قیاس سے واقف ہوتے ہیں۔

نتیجہ بحث:

دنیا میں تمام لوگ ایک جیسی عقل و سمجھ کے مالک نہیں اور نہ ہی ہر شخص میں اجتہادی ملکہ موجود ہے۔ اور نہ ہی تمام لوگ دینی علوم و مصارف سے کلی طور پر واقف ہیں۔ لہذا تقلید کے بارے میں بھی لوگوں کے حالات کے لحاظ سے احکام مختلف ہیں۔ ایک عام آدمی جس فقہ اور عالم پر اعتماد واعتبار کرے وہ اسی کی پیروی کرے گا۔ لیکن وہ مذہب مقتداء کو بدلنے میں سخت احتیاط سے کام لے گا۔ کیونکہ امکان ہے

کہ وہ رخصتوں کے حصول کے چکر میں مسالک کی تبدیلی کرتا پھرے۔البتہ مجتہد کو چاہیے کہ وہ اختلافی مسائل میں خفیف اور آسان چیزوں کو شریعت میں تلاش کرے۔رسول اللہ ﷺ کے اس عمل کی پیروی کرے جس میں آپ ﷺ ہمیشہ اپنی امت کے لیے خفیف ترین عمل اختیار کرتے تھے۔اگر کسی شخص کو کسی مسئلے کے بارے میں علم نہ ہو تو اس اصول پر عمل کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [32]

"پس اگر تمہیں معلوم نہیں تو اہل علم سے پوچھ لو"۔

حواشی و حوالہ جات

1 سعدی، ابو حبیب، القاموس الفقهی لغة واصطلاحاً، دار الفکر، دمشق، 1408ھ/1988ء، ص:71

2 الزبیدی، محمد بن محمد بن عبدالرزاق، تاج العروس من جواهر القاموس، دار الهدایه، ج:7، ص:539

3 سعدی، ابو حبیب، القاموس الفقهی، ص:71

4 شاہ ولی اللہ، احمد ولی اللہ بن عبدالرحیم الفاروقی الدہلوی، عقد الجید فی احکام الاجتهاد والتقلید، المطبعة السلفیه، القاهرة، 1385ھ، ص:3

5 شاہ ولی اللہ، احمد ولی اللہ بن عبدالرحیم الفاروقی الدہلوی، عقد الجید فی احکام الاجتهاد والتقلید، ص:3

6 شاہ ولی اللہ، احمد ولی اللہ بن عبدالرحیم الفاروقی الدہلوی، عقد الجید فی احکام الاجتهاد والتقلید، ص:3

7 الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد الطوسی، المستصفی فی علم الاصول، دار الکتب العلمیه، 1993ء، ص:344

8 البغوی، ابو محمد حسین بن مسعود الفراء، شرح السنة، المکتب الاسلامی، دمشق، 1983ء، ج:10، ص:120

9 شاہ ولی اللہ، احمد ولی اللہ بن عبدالرحیم الفاروقی الدہلوی، عقد الجید فی احکام الاجتهاد والتقلید، ص:53

10 ابن سمعانی، ابو المظفر منصور بن محمد المروزی، قواطع الادلة فی الاصول، دار الکتب العلمیه، بیروت، 1999ء، ج:2، ص:309

11 البیضاوی، ابو سعد عبداللہ بن عمر الشیرازی البیضاوی، منهاج الوصول الی علم الاصول، دار ابن حزم، بیروت، 2008ء، ص:251

12 الالبانی، محمد ناصر الدین، الجامع الصغیر وزیادته، المکتب الاسلامی، بیروت، حدیث:493

13 القرآن، المائده:47

14 الشافعی، امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس، الام،

15 شاہ ولی اللہ، احمد ولی اللہ بن عبد الرحیم الفاروقی الدہلوی، عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، ص:8

16 النسائی، ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب، سنن النسائی، دار السلام، ریاض، 1998ء حدیث:324

17 الحاکم، ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ النیسابوری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1990ء، ج:1، ص:199، حدیث:392

18 شاہ ولی اللہ، احمد ولی اللہ بن عبد الرحیم الفاروقی الدہلوی، عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، ص:13

19 ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد الاندلسی، النبذ الکافیۃ فی احکام اصول الدین، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1405ھ، ص:71

20 القرآن، الاعراف:3

21 ابو شامہ، عبدالرحمن بن اسماعیل المقدسی، بحوالہ کتاب: الرد علی من اخلد الی الارض للامام السیوطی، دار الکتب العلمیہ، ص:141

22 القرآن، التوبۃ:31

23 شاہ ولی اللہ، احمد ولی اللہ بن عبد الرحیم الفاروقی الدہلوی، عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، ص:17

24 ابن نجیم، سراج الدین عمر بن ابراہیم، النہر الفائق شرح کنز الدقائق، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2002ء، ج:3، ص:603

25 شاہ ولی اللہ، احمد ولی اللہ بن عبد الرحیم الفاروقی الدہلوی، عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، ص:22

26 ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم بن محمد، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، دار الکتاب الاسلامی، ج:2، ص:315

27 النووی، ابو زکریا یحیی بن شرف، روضۃ الطالبین و عمدۃ المفتیین، المکتب الاسلامی، بیروت، 1991ء، ج:11، ص:117

28 الشعرانی، ابو المواہب عبدالوہاب بن احمد، الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج:1، ص:359

29 ایضاً

30 ایضاً

31 ایضاً

32 القرآن، النحل:43